

اولیاء اللہ اور ان کے دشمن:

اوپر کسی حد تک یہ بات تفصیل سے واضح کر دی گئی ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کرام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان کے کمالات کا انکار کیا، انہوں نے کسی علمی تحقیق اور فہم قرآن و حدیث کی بنا پر ایسا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنوں کے ناپاک مقاصد کو بروئے کار لا کر محض اپنی ایمان فروشی کی بنا پر کیا۔ دشمن ملت اسلامیہ میں انتشار پھیلانا چاہتے تھے اور وہ ایسے تمام مراکز عقیدت کی عظمت کو مسلمانوں کی نظروں میں دھندلانا چاہتے تھے جن سے انہیں ولولہ تازہ ملتا تھا۔ لہذا وہ تمام عقیدے جن کا تعلق محبوبانِ خدا کی شان و عظمت سے تھا۔ ان کو خطرناک سمجھ کر دشمن نے انہیں مٹانے کیلئے کچھ مولوی خریدے یا مخصوص ذریعہ تعلیم اور مخصوص اساتذہ کے ذریعے مولوی تیار کئے جو اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے کے ناپاک کام میں جت گئے۔ محبوبانِ خدا نے عوام و خواص کو ایمان و عرفان اور عشقِ خدا اور رسول ﷺ کی راہ پر ڈالا تھا۔ لہذا عوام و خواص کے دل میں ان کی بڑی عقیدت تھی۔ اس عقیدت کو کمزور کرنا آسان نہیں تھا لوگ ان بزرگوں کی سیرت و کردار اور روحانی کمالات سے بہت متاثر تھے۔ اللہ والوں کے تصرفات ان کے ذہنوں میں رچے بسے اور ان کے تجربوں مشاہدوں پر چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بارہا ان کی توجہ سے ان کی دعا سے، ان کے وسیلے سے، ان کے مزار پر، ان کے دربار میں حاجتیں پوری ہوتیں، مشکلیں حل ہوتیں، بگڑیاں بنتیں دیکھی تھیں۔ لہذا انہیں اپنے ان محسنوں چارہ فرماؤں اور مشکل کشاؤں سے دور کرنا بہت ہی مشکل نظر آتا تھا تو عیاری سے ”توحید“ کا نعرہ لگایا، یہ نعرہ محض تکلف تھا، ریاکاری کے طور پر تھا، دھوکا دینے کیلئے تھا مثلاً ایسے عقیدے گھڑے گئے، اس کا تصور باندھا جائے تو شرک،

انھیں غیب کا حال جاننے والا سمجھا جائے تو شرک وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ عقائد اسلام
 میں توحید کا عنوان اول ہے، مسلمانوں کو توحید جان سے پیاری ہوتی ہے، وہ کسی
 صورت بھی مشرک ہونا یا مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے چونکہ وہ ان کی چالوں سے
 بے خبر تھے، اپنی توحید بچانے کیلئے ان کی چالوں میں آگئے یا یوں سمجھو جس طرح یہ
 بہکانے والے غیروں کے ہاتھ بک چکے تھے، یہ بھی بک گئے۔ خدا کے محبوبوں اور
 پاک بندوں کی حاجت روائی کو توحید کے منافی ظاہر کر کے ختم کرنے کی کوشش کی
 گئی مگر خدا کے باغیوں اور اسلام کے دشمنوں کی حاجت روائی کے سکے بٹھائے
 گئے۔ انھیں داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرضوان کو
 پکارنے سے، ان کے درباروں پر حاضر ہونے سے انھیں متصرف و مقتدر ماننے
 سے روکا گیا مگر انگریزوں کے گیت گانے، ان سے جاگیریں لینے، ان سے
 خطابات و وظائف پانے کو عین اسلام (بلکہ عین توحید) گردانا گیا، مذہبی اعتبار
 سے یہ کیسی دہشت گردی اور عقلی اعتبار سے یہ کیسی سینہ زوری ہے کہ مشکل میں
 پولیس کو پکارو، مجسٹریٹ سے مدد مانگو، وکیل کو وسیلہ بناؤ تو جائز اور توحید خالص مگر
 ان اللہ والوں کو جنھیں اللہ نے اپنی رحمت و قدرت و حکمت کا مظہر بنایا ہے پکارنا
 شرک بلکہ پکارنے والا ابو جہل کے برابر مشرک ٹھہرے۔ پھر یہ ضد، یہ انکار، یہ ہٹ
 دھرمی اولیائے کرام تک ہی محدود نہ رہی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم، بزم ہستی
 کے مقصود اعظم، کائنات کے مطلع شہود حضور پر نور ﷺ تک پہنچادی گئی اور بڑی
 بے شرمی اور ڈھٹائی سے جس نبی کریم کا کلمہ پڑھتے ہیں اسی کے خلاف محاذ آرائی
 شروع کردی۔ چنانچہ امتی جس آقا و مولا ﷺ کو ہر نماز میں السلام علیک
 ایہا النبی کہہ کر سلام عرض کرنے کے لئے پکارتا ہے۔ اسے نماز سے باہر پکارنا

بھی شرک ٹھہرایا گیا۔ یا نبی، یا علی، یا غوث، پر پابندی لگادی گئی مگر یا امریکہ، یا نہرو، یا گاندھی کہنے کی اجازت دی گئی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ والوں کو اللہ کی قدرت و رحمت کا مظہر سمجھنے کو بھی شرک کہا گیا حالانکہ ہر مخلوق اپنی اپنی شان کے لائق اللہ کے خالق ہونے کی مظہر ہے۔ بقول شاعر

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید

وحدہ لا شریک لہ گوید

یعنی گھاس کا جوت نکا بھی زمین سے پھوٹتا ہے اللہ کی توحید کا مظہر ہوتا ہے اور زبان حال سے اس کے وحدہ لا شریک ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

ایک عربی شاعر نے بات اور بھی کھول دی

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ

تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

ترجمہ: اور ہر چیز میں اس کی قدرت کی نشانی ہے جو اس کے واحد و یکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے

مقام خلافت: گویا مخلوق کا مخلوق ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ یونہی بندے کا مرزوق ہونا، رب کے رازق ہونے کی، اور اس کا موجود ہونا اس کے موجد ہونے کا ثبوت ہے۔ توحید کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے اور اللہ کی یکتا قدرتوں کا سماں باندھنے کے لئے قرآن پاک میں زمین و آسمان کی کیسی کیسی اہم اور غیر اہم اشیاء کا ذکر کیا گیا غور سے دیکھیں یہ اس کی قدرت کی آفاقی نشانیاں ہیں جوارض و سما، بحر و بر، مشرق و مغرب، شمس و قمر، نجوم و کواکب، باد و باران، عرق و شرر، شجر و حجر اور کوہ و کمر کی صورتوں میں کائنات میں بکھری پڑی ہیں۔

.....

ان میں جب اس کی قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے تو حضرت انسان کی کیا شان مظہریت ہوگی اور وہ کس حد تک قدرت کے جلووں کا امین ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ انسان ساری کائنات کا خلاصہ ہے اپنے وجود و نمود میں ساری کائنات سے بڑھ کر اس کی شان کا مظہر۔ یہ عجائبات تخلیق کا گنجینہ اور اسرار ہستی کا دہانہ ہے۔ اگر یہ اطاعت کی راہ اختیار کرے اور خود شناسی سے خدا شناسی تک پہنچ جائے تو اپنی شان کے لائق خلافت الہیہ کا مستحق۔ زمین و آسمان کی جاندار اور بے جان چیزیں اس کی قدرت کی نشانیاں تو ہیں، خلافت کی مستحق نہیں بلکہ ان کی تخلیق ہی خلیفۃ اللہ کی خدمت کے لئے ہے۔ اللہ کا پاک بندہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یا نائب اور وائسرائے ہے اور باقی تمام اشیاء حتیٰ کہ جن اور فرشتے بھی اس کے ماتحت اور خادم ہیں۔ یعنی یہ خلیفہ تو اللہ کا بندہ ہے لیکن کائنات کا حاکم ہے۔ اللہ نے اسے اس کی شان اطاعت کے مطابق خلافت بخشی ہے یعنی اپنے جہان میں متصرف و مختار کیا ہے۔ یہ اللہ کی حکومت میں شریک نہیں، اس کے اقتدار و اختیار میں ساجھی نہیں۔ بلکہ محض اس کے فضل سے، اس کی عطا سے، اس کی مرضی سے، اس کی تقدیر سے اسے جہان پر حاکم بنایا گیا ہے۔ اللہ احکم الحاکمین ہے۔ مالک الملک ہے۔ جسے چاہے ملک دے، جتنا چاہے دے، تو اس نے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کو مخصوص صلاحیتوں سے نوازا اور ان کی صلاحیتوں کے مطابق انھیں عظمتیں اور حکومتیں بخشیں۔

یہ ہے اسلام کا نظریہ خلافت یا نظریہ عظمت انسان۔ چاند سورج اور شجر و حجر کو پوجنے والے انسان کو اسلام نے اللہ کی بندگی اور خلافت سے سرفراز فرما کر ان چیزوں کا حاکم بنادیا۔ اسلام کے دشمن جانتے تھے کہ بنی نوع انسان پر اسلام

.....
 کا یہ احسان ہی واضح ہو جائے تو شاید ہی کوئی قسمت کا مارا اسلام کے دامن میں نہ
 آئے ورنہ شرق و غرب اسی دین حق کے پھریرے لہرائیں۔ اور چونکہ اسلام کا یہ
 احسان اللہ والوں کی خلافت و حکومت اور تصرف و کرامت سے ظاہر ہوتا ہے۔
 انھوں نے (یعنی اسلام دشمنوں نے) اپنے پروردگان ناز اور بندگان بارگاہ کے
 ذریعے اسی نظریے کو شرک سے تعبیر کرایا۔ اور پھر ان ظالموں نے اپنی بغاوت کو
 جیسا کہ اوپر گزرا اس حد تک عام کیا کہ اللہ کے سب سے بڑے حبیب، اللہ کے
 سب سے بڑے خلیفہ اور اللہ کے سب سے بڑے مظہر حضور پر نور ﷺ کو بھی عام
 مخلوق کی طرح (معاذ اللہ) بے اختیار اور بے بس ثابت کرنے کے لئے زبان و قلم
 کا سارا زور لگا دیا۔ اللہ ان کو غارت کرے (آمین)۔ کتنا پرہول انداز گفتگو اس
 بے لگام کا ہے جس نے کہا

”جس کا نام ’محمد‘ یا ’علی‘ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں“..... ”رسول کے
 چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“

مقدس ترین اور مختار ترین شخصیت ﷺ کے بارے میں، جس کی عظمت
 کے گن حضرت حسان بن ثابت یوں گاتے ہیں

سَلَكُ الشَّجَرُ نَطْقَ الْحَجَرِ

شَقَّ الْقَمَرُ رِبَا شَارَتْهُ

ترجمہ: آپ ﷺ کے اشارے پر درخت چل کر آپ کی بارگاہ میں حاضر
 ہو گئے اور پتھروں نے آپ کے اشارے پر بول کر گواہی دی اور چاند آپ کے
 اشارے پر دو ٹکڑے ہو گیا۔

مومن حضور ﷺ کے اوصاف و کمالات بیان کریں اور منافق انھیں

مشرک کہیں، اگر چہ ایمان اور نفاق کا یہ فرق پہلے دن سے ہی ہے، مگر پھر بھی قرآن کریم کے نزول، حضور پر نور ﷺ کی جلوہ فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پختہ ایمان کی وجہ سے منافقین کا زیادہ بس نہ چل سکا اور وہ زیادہ منظم ہو کر اپنی منافقت کی اشاعت نہ کر سکے۔ آپ اس مقدس ترین دور کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں، کسی منافق نے کسی گوشے میں کسی مومن کے سامنے یا کبھی آپس میں حضور پر نور ﷺ کے علم کا انکار کیا، آپ کی شان یکتائی کے خلاف بکواس کی، یا آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو فوراً قرآن پاک کی قہر بار آیتیں نازل ہو جاتیں اور منافق دہک کے بیٹھ جاتے۔ مثلاً امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیان کے مطابق ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”وہ فلاں وادی میں ہے“ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا ”محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے وہ غیب کیا جانیں۔“

(الدار المنور جلد ۳: ص ۲۵۴) اس پر یہ آیت اتری

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخَوْضُ وَ نَلْعَبُ ط قُلْ
 اِبَالِلّٰهِ وَاٰيَتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تُسْتَهْزَءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا
 قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (توبہ: ۶۵)

ترجمہ: اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں

گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم تو بول چال کرتے تھے اور کھیلتے

تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام سے اور اس کے

رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ تحقیق تم اپنے

ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

اس دور میں بھی منافقین سے جو ہو سکتا تھا، انہوں نے حضور ﷺ کی شان و عظمت کو گھٹانے اور ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا، مگر انہیں کھلم کھلا کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔ بعد کے ادوار میں بھی جب تک ملت اسلامیہ خلافت کے زیر سایہ ایک مرکز پر رہی، انہیں وہ موقع نہ ملا۔ جو بعد میں غیر ملکوں اور اسلام دشمن حکومتوں میں ملنے لگا۔ اسی لئے انہوں نے اسلامی حکومتوں سے زیادہ دوسری حکومتیں پسند رکھی ہیں۔

ملت اسلامیہ کے لئے ایسے منحوس ادوار منافقین کے لئے از حد خوشگوار ہوتے ہیں۔ انہیں آیات و روایات کی من مانی تفسیر کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے، نئے نئے عقائد گھڑنے کا کاروبار زوروں پر ہوتا ہے۔ اپنے مدارس، اپنے شیخ الحدیث، اپنے مفسر، اپنا نصاب، جو چاہیں کہیں، جو چاہیں چھاپیں اور جو چاہیں پڑھائیں۔ نئے نئے مفکر اور نئے نئے مجتہد عموماً اسی قسم کے دور میں پیدا ہوتے ہیں۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں۔

اجتہاد اندر زمان انحطاط

قوم را برہم ہمی پیچد بساط

ترجمہ: زمانہ زوال میں اجتہاد کیا جائے تو قوم کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

چنانچہ موجودہ فرقہ واریت اور خصوصاً عام امت مسلمہ کو مشرک کہنے کا رواج اسی دور زوال کی یادگار ہے۔ ایمان اور اسلام اور توحید کے اصل مفہیم کو پس پشت ڈال کر انہیں نئے نئے معنی پہنائے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ زور عموماً اسی بات پر ہوتا ہے کہ محبوب خدا سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت مسلمانوں

کے دل سے نکالنے کے لئے ان کے کمالات کو تو حید کے منافی قرار دیا جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ:

منافقین کے نزدیک ولی تو ولی، نبی اور وہ بھی نبی الانبیاء ﷺ تک کسی کے کام نہیں آسکتے۔ کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ انھیں دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں اور کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔ اور اگر کوئی انھیں شفیع، وسیلہ، کارساز، مالک و مختار، حاضر و ناظر مانے تو مشرک ہو جاتا ہے۔ اس سارے پس منظر کو نگاہ میں رکھئے اور پھر بخاری شریف کی اس روایت پر غور کیجئے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا

إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ فَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ إِنِّي وَاللَّهِ لَا نَظْرُ
عَلَى حَوْضِي إِلَّا أَنْ وَرَأَيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ
الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ
عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ
تَنَافِسُوا فِيهَا

(بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الشہید جلد: ۱ ص ۱۷۹، مسلم کتاب الفہائل،

باب اثبات حوض نبی ﷺ وصفاء جلد ۲ ص ۲۵۰)

ترجمہ: میں تمہارا میرسا مان ہوں، میں تم پر گواہ ہوں، میں واللہ اپنے حوس کو اس وقت (بھی) دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں یا (یہ فرمایا) زمین کی چابیاں دی گئیں۔ واللہ مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک

ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف (ضرور) ہے

کہ حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرو گے۔

فرط یا میر سامان اسے کہتے ہیں جو قافلے یا فوج سے آگے جا کر اس کے انتظامات کرے، گویا حضور ﷺ آگے تشریف لے گئے ہیں تو امت کی بگڑی بنانے اور انہیں اگلے جہان کے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے۔ اسی بنا پر فرمایا۔

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ

(الشفاء جلد: ۱ ص ۱۹، زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد: ۵ ص ۳۷۷)

ترجمہ: میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی

آخر رحمۃ للعالمین جو ہوئے (یعنی ہر جہان کی رحمت) ﷺ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ فرط ہیں تو گواہ بھی ہیں (یعنی حضور پر نور ﷺ اپنی امت کو اجتماعی طور پر بھی انفرادی طور پر بھی جانتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ اسی لفظ شہید (یعنی گواہ) کی تفسیر میں وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ) کے تحت فرماتے ہیں (فارسی عبارت کا اردو ترجمہ)

”حضور علیہ الصلوٰۃ السلام اپنے نور نبوت سے ہر

دیندار کے دین یعنی دین کے درجے اور اس کے ایمان کی

حقیقت سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کس حجاب

سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے۔ پس حضور ﷺ تمہارے گنا

ہوں کو تمہارے درجات ایمان کو، تمہارے نیک و بد اعمال کو اور

تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا

میں حکم شرع کے مطابق امت کے حق میں مقبول اور واجب
العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی)

پھر اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں اس وقت بھی اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ گویا
زمین کے مشارق و مغارب تو ایک طرف، ماضی و حال تو کجا، میدان محشر میں جو
حضور پر نور ﷺ کو حوض کوثر ملے گا، اسے دنیا میں جلوہ فرما ہو کر بھی مشاہدہ
فرما رہے ہیں۔ قربان جائیے نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے جس کے سامنے زمان و مکان
کی تمام پہنائیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ یوں سمجھئے کہ حضور ﷺ فرط ہیں۔
یعنی اگلے جہان میں اپنے غلاموں کی آسائش کا انتظام فرمانے والے، اس کے
لئے آپ کا شہید (مشاہدہ کرنے والا) ہونا ضروری ہے۔ تاکہ سب بندوں کے
ایمان، کفر و نفاق سے بھی واقف ہوں اور مومنوں کے درجات ایمان اور اخلاص کو
بھی جانتے ہوں۔ اس لئے کہ ہر ایک کی اہلیت کے مطابق اس کا انتظام کر سکیں۔
نیز انعامات اور اعلیٰ و ادنیٰ مقامات بھی آپ کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ غور
فرمائیے، حوض کوثر دیکھنے سے مراد صرف حوض کوثر کا دیکھنا ہی نہیں بلکہ آخرت کی
تمام اشیاء کا تفصیلی مشاہدہ مراد ہے۔ دنیا اور اس کے رہنے والوں کی پوری فکری اور
عملی کیفیت تک سے آپ ﷺ واقف ہیں تو آخرت کا کوئی گوشہ کیونکر آپ کی
نظر حق بین سے مخفی رہ سکتا ہے۔ (کیونکہ الدُّنْيَا مَزْرَعَةٌ لِّلْآخِرَةِ) کے مصداق دنیا
تو محض آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں بونا، آگے کاٹنا۔ جب کاٹنے کی جگہ پیش نظر ہے تو
یقیناً بونے کی جگہ بھی آنکھ سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ خدا کے حبیب ﷺ اپنے
بدترین دشمنوں کے اعتراف کے مطابق بھی الصادق اور الامین ہیں تو آپ کا ہر کلام

شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ پھر یہاں اللہ کی قسم کا ذکر فرمانا ضروری سمجھا گیا تاکہ منکرین و مشککین کے لئے کوئی راہ نہ رہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا یہ فرمایا کہ زمین کی چابیاں دی گئیں۔ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ واضح فرما رہے ہیں کہ میرا اقتدار و اختیار محض اگلے جہاں میں نہیں ہوگا۔ یہ دنیا بھی میرے زیر نگیں ہے اور کوئی میرے فقر اختیار سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے آج بھی زمین اور اسکے خزانے میری ملکیت ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اسی نقطے کی وضاحت فرمائی ہے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اور وقار انبالوی مرحوم نے بھی کیا خوب عرض کیا ہے۔

اے سچے نبی، اے پیارے نبی، اے نبیوں کے سر تاج نبی

دنیا میں بھی تیری شاہی ہے، عقبیٰ میں بھی تیرا راج نبی

حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل یہ

خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنے خداداد فضائل و کمالات کا ذکر فرمایا۔ آپ نے خود کو

فرط فرمایا جس میں غلامان امت کی کار سازی کا پہلو ظاہر ہے اور منافقین کے

نزدیک اللہ کے سوا کسی کو ایسا سمجھنا شرک ہے۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے خود کو

شہید فرمایا اور آپ دیکھ چکے کہ اس رو سے مومنوں کا ایمان، کافروں کا کفر اور

منافقوں کا نفاق، روحانی درجات اور لوگوں کو پیش آنے والے حجابات سب نگاہ

نبوت میں ہیں مگر دشمنوں اور منکروں کے نزدیک یہ عقیدہ بھی شرک ہے۔ ان کے

.....

خیال میں تفصیلی علم اللہ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ پھر محبوب خدا ﷺ نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ یہاں مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حوض کوثر تک کو ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ وہ زبان دراز جنھیں پس دیوار کا علم بھی توحید کے منافی نظر آتا ہے اس قسم کے ارشاد پر کیونکر ایمان لاسکتے ہیں۔ آپ کو ماننا ہوگا کہ ان کے عقیدے کتاب و سنت سے نہیں نکلے، ان کے اپنے ذہن فاسد اور فکر تاریک کی پیداوار ہیں۔ یہ عقائد کتاب حکیم کی متعدد آیات اور حبیب خدا ﷺ کے بیسیوں ارشادات سے واضح ہیں۔ تو بتائیے ان کے شرک سے کیا قرآن یا حدیث محفوظ رہ گئے، ہرگز نہیں۔ اللہ کے کروڑوں اربوں درود و سلام ہوں ہمارے حاجت روا مشکل کشا نبی رحمت ﷺ پر جنھوں نے یہ سارے کمالات جو ہم اہل سنت و جماعت اور اہل محبت کے عقائد کی جان ہیں، بیان فرما کر ہم مظلوموں کو یہ تسلی بھی دی کہ تم میرے بعد مشرک نہیں ہو گے۔ اور گویا یہ وضاحت بھی فرمادی کہ ان عقائد و نظریات کی بنا پر کچھ مفسد اور فتنہ پرداز لوگ تمھیں مشرک کہیں گے میں اللہ کا نبی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ عقائد حق ہیں کتاب و سنت کے مطابق ہیں، میرے اپنے اور صحابہ کرام کے ہیں تمھیں اچھی طرح تسلی رہنی چاہیے کہ ان میں کوئی شرک والی بات نہیں۔ انھیں شرک کہنا حق کی مخالفت ہے اور سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

ناظرین! ازراہ کرم انصاف فرمائیے عقائد کے بارے میں بالخصوص موجودہ دور کی فرقہ واریت کے شور میں اگر کوئی شخص اللہ کے نبی ﷺ سے فیصلہ کرانا چاہے تو فیصلہ سامنے ہے اور واضح ہے اگر اس کے باوجود کسی ”سعید“ کی تسلی نہیں ہوئی تو اسے شقی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

آخری الفاظ پر غور فرمائیے حضور رحمت عالم ہادی اعظم ﷺ گویا فرما

رہے ہیں کہ اے میرے غلامو! تمہارے بارے میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ دین کی طرف سے بے حسی اور دنیا کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی خواہش ہے۔ اور یہ صورت حال محتاج تبصرہ بھی نہیں۔ نگاہ نبوت نے موجودہ صورت حال کو بھی دیکھ لیا۔ ظاہر ہے محشر کا میدان جن سے پوشیدہ نہیں یہ زمانہ کیوں کر مخفی ہوگا۔ اہل حق کے عقائد بھی آپ کے سامنے ہیں نام نہاد موحدان پر جو فتویٰ بازی کریں گے وہ بھی اوجھل نہیں۔ مسلمان جس میں مبتلا نہیں ہوں گے وہ شرک ہے اور جس میں مبتلا ہوں گے وہ حصول دنیا کی ہوس ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی حضور ﷺ کی امت کو مشرک کہتا ہے تو وہ ایسا بد بخت ہے جسے زبان نبوت پر اعتماد نہیں اور حضور ﷺ کے فیصلے کو ماننا گوارا نہیں۔

اب جو شخص حضور خاتم الانبیاء علیہم السلام کا فیصلہ نہیں مانتا۔ اس کے بارے میں قرآن پاک کا فیصلہ موجود ہے ملاحظہ ہو:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء۔ ۶۵)

ترجمہ: تو (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپ کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (کنز الایمان)

حضور پر نور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننا کفر صریح ہے۔ دیکھا آپ نے خود

.....
 ساختہ شرک سے بچتے بچتے کس اندھے کنویں میں گر گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بد نصیبوں کو تو حید سے غرض ہے نہ شرک سے۔ ان کا اصل مشن کمالات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا انکار ہے۔ اسی بد صورت انکار کو انہوں نے تو حید کا خوب صورت نام دے دیا ہے۔ حافظ مظہر الدین مرحوم نے اسی ”ابلیسی تو حید“ سے متنبہ فرمایا ہے۔

۔ ایسی تو حید تو شیطان بنا دیتی ہے

دیکھ سرکار کا انکار نہ ہونے پائے

کیا بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں آپ لمحے بھر کے لئے بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ کمالات نبوت کے بیان سے تو حید مجروح ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ اس بات کا کھلا پیغام ہے کہ فضائل نبوت مانتے جاؤ، شرک نہیں البتہ ان کا انکار کفر ہے۔ ذرا حدیث کے الفاظ مآخِافَ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِی (یعنی مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے) اور پھر اسے واللہ یعنی اللہ کی قسم سے مؤکد کیا۔ فرمائیے یہ ’تم‘ کون ہیں جن کی حضور پر نور ﷺ کو فکر ہے یقیناً یہاں ’تم‘ سے مراد ہم اہل سنت ہی ہیں جن کے یہ عقائد ہیں اور جو فضائل و کمالات نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ گویا یہ جو کچھ بھی ہیں پھر بھی ان عقائد کی بنا پر حضور ﷺ کے ہیں۔ حضور ﷺ ان اپنوں کو ہی تسلی دے رہے ہیں۔ اور وہ کون ہیں جو انھیں مشرک کہتے ہیں اور حضور پر نور ﷺ جن کے حملوں کے خلاف اپنی امت کو تسلی دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ وہ ہیں جن کا تعلق محبوب خدا ﷺ سے ٹوٹ چکا ہے۔ دیکھی ان کی تو حید؟ جس تو حید نے ان بد بختوں کو رحمۃ اللعٰلہ میں ﷺ کے دروازے سے دور کر دیا ہے۔ وہ اگر شیطانی تو حید نہیں تو کیا

قرآن کا فیصلہ:

یہ تو بخاری شریف کی روایت تھی جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کمالات نبوت کا بیان شرک نہیں بلکہ ان کا انکار کفر ہے۔ اب آئیے قرآن پاک کے اپنے اسلوب بیان کی طرف، یہاں بہت سے شواہد پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ فقط ایک دو آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پہلے سورۃ الفتح کی آیت ۸، ۹ دیکھئے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَتُعِزَّزُوا ۖ وَتُقَرَّرُوا ۖ وَتُسَبِّحُوهُ
مُبْكِرَةً وَأَوَّلًا ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر

سناتا، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور

رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو (کنز الایمان)

آیت نمبر آٹھ (۸) میں حضور پر نور ﷺ کے رسول شاہد (حاضر و ناظر)، مبشر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈر سنانے والا) ہونے کا ذکر ہے یہ سب آپ کی عظمت شان کے مختلف پہلو اور آپ کے کمالات کے عنوان ہیں۔ پھر آیت ۹ میں فرمایا گیا کہ ان عظمتوں کے عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

۱..... اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

۲..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توقیر و تعظیم کرو۔

۳..... اللہ کی پاکی صبح شام بولو یعنی اس کی عبادت میں لگ جاؤ۔

کس قدر واضح اور دو ٹوک انداز ہے اس حقیقت کے اظہار کا کہ

.....
 نبی کریم ﷺ کے کمالات کا شرک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو ایمان کی دلیل ہیں
 گویا اے لوگو نبی کریم ﷺ کی عظمتوں کو دیکھو اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
 لے آؤ۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے ان کمالات کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی
 ہے کہ اللہ کے حبیب واقعی بے مثل ہیں۔ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں یقیناً اس
 لئے کہ یہ کچھ اور ہیں۔ یہ کچھ اور کیا ہیں؟ رسول ہیں، کس کے رسول ہیں جس نے
 انھیں یہ کمالات دیئے ہیں، وہ اللہ معبود برحق اور خالق یکتا ہے۔ محبوب خدا ﷺ
 کے کمالات بیان فرمانے کا تقاضا ہی یہ تھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے
 آؤ۔ اور جب ایمان لے آئے تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا رسول ہونے کے
 ناتے انھیں سب انسانوں سے زیادہ قابل ادب و احترام اور لائق تعظیم و تکریم
 سمجھو۔ پھر جب تم نے محبوب خدا ﷺ کا احترام سیکھ لیا تو اس کا تقاضا ہے انکا حکم
 مانو، اور ان کا سب سے اہم حکم یہ ہے کہ اپنے اللہ کی بندگی اختیار کرو اور صبح و شام
 اس کی تسبیح و تہلیل کرتے رہو۔ (یعنی نماز پڑھو)

کہاں یہ ملعون فکر کہ ”بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو“
 کہ کہیں شرک نہ ہو جائے کہاں یہ قرآنی اسلوب بیان کہ ایمان و عرفان و عمل کا سارا
 دار و مدار حضور پر نور ﷺ کے کمالات پر مبنی کر دیا گیا۔

مومن اور منافق:

اب یہاں اس نکتے کی وضاحت کی جاتی ہے کہ مومن حضور پر نور ﷺ
 کے کمالات و فضائل پر ایمان کیوں لاتے ہیں اور گویا منافق کیوں منکر ہیں سورہ
 احزاب کی طرف آئیے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِذُنُوبِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝
وبشر المؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا ۝

(۴۷، ۴۶، ۴۵)

ترجمہ : اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کیلئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

دیکھئے پہلی دو آیتوں میں اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات بیان کئے اور تیسری آیت میں مومنوں پر اللہ کے فضل کا ذکر فرمایا۔ گویا حبیب ﷺ پر تو اللہ کا یہ فضل کہ ایسی ایسی بے مثال عظمتیں عطا فرمائیں اور مومنوں پر اس کا یہ کرم کہ ان شانوں پر ایمان لانے کی توفیق بخشی۔ یقیناً اپنے نبی و رسول ﷺ کی یہ شانیں اہل ایمان کے حق میں بھی مفید و بابرکت ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ نبی و رسول تو مومن آپ کی امت میں شمولیت سے مشرف۔

حضور پر نور ﷺ شاہد تو مومن مشہود یعنی آپ کے مشاہدے میں۔ حضور ﷺ مبشر تو بشارتیں مومنین کیلئے۔ حضور ﷺ نذیر تو مومن ڈر کر راہ راست پر رہیں گے۔ حضور ﷺ داعی الی اللہ مومن مدعو حضور ﷺ سراجاً منیراً تو مومن آپ سے مستنیر بقول اعلیٰ حضرت مومن یہ عرض کرتے رہیں گے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
 مرادل بھی چمکا دے چمکانے والے
 سرکار ﷺ چمکاتے رہیں گے، مومن چمکتے رہیں گے لہذا فضائل و
 کمالات نبوت کا فیض اہل ایمان کو بھی پہنچا مگر کافروں مشرکوں اور منافقوں کیلئے
 انکار و بغض کی بنا پر لعنت ہی لعنت۔ چڑچڑ کر کے اپنا دل نہ بہلائیں تو کیا کریں۔
 نیز رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں اس اس شان سے
 رسول مانا جائے جو خدا نے انھیں دے کر بھیجا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا
 بھیجا ہوا تو مان لیا جائے مگر جس شان و عظمت کے ساتھ بھیجا ہے اس کا انکار کیا
 جائے تو دراصل یہ بھی رسالت کا انکار ہے۔ کاش حافظ سعید اور اس کے ہمנו اس پر
 غور کرتے اور ضد و نفاق کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ جاتے۔